پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی　قسط:۷

خلافت وملوکیت

فریقِ مخالف کا آیتِ استخلاف اور حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ سے انحراف

گزشتہ صفحات میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا امجد علی رضوی بریلوی اور مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں کہ ان کے نزدیک خلفاء راشدین میں حسب ذیل شخصیات شامل ہیں:

☆امام اہلسنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کے نزدیک:

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ......خلافتِ راشدہ خاصہ

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ......خلافتِ راشدہ عامہ

(۳) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ......(بوجہ ہمرنگ ہونے کے) خلافتِ راشدہ

☆ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قول: خلفائے اربعہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، اور عمر بن عبدالعزیزؒ

☆ مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا فرمان: خلفائے اربعہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ بطور تتمہ موعودہ خلافتِ راشدہ

☆ مولانا امجد علی رضوی بریلوی صاحب کا ارشاد: خلفائے اربعہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی

اس فہرست سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے صرف خلفائے اربعہ کو آیتِ استخلاف کا مصداق قرار دینے اور حدیثِ سفینہ کی رو سے خلافتِ راشدہ کو تیس سال تک محدود کرنے کے باوجود خلافتِ راشدہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی کو شامل کرلیا ہے۔ جبکہ ان کے اپنے وضع کردہ اصول کے تحت خلفائے اربعہ کے علاوہ کسی کے دور پر بھی خلافتِ راشدہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف آیتِ استخلاف اور حدیثِ سفینہ رضی اللہ عنہ کی رو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور پر ''خلافتِ راشدہ'' کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ مگر دوسری طرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی (امامِ منتظر) کو زمرہ خلفائے راشدین میں شامل کرلیا گیا ہے۔ اگر آیت کا تعلق مظلوم مہاجرین کے ساتھ تھا تو یہ حضرات کیونکر اس کا مصداق ہوگئے۔ بالخصوص ''امام مہدی'' جو چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود پیدا ہی نہیں ہوئے وہ کس طرح مہاجرین اوّلین میں شامل ہوکر آیت استخلاف کا مصداق ہوگئے۔

اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق ''امام موصوف'' ۲۵۶ھ میں پیدا ہو کر ۲۶۱ھ میں بعمر پانچ سال ایک غار میں روپوش ہو گئے ہیں۔ کہیں رضوی صاحب کا یہ عقیدہ تو نہیں کہ موصوف اس سے بھی بہت پہلے آیتِ استخلاف کے نزول وقت ہی تشریف لا چکے تھے۔

اجوبۂ اربعین، مجموعہ تفسیر آیاتِ قرآنی، بہارِ شریعت اور اس طرح کی بہت سی دیگر کتب مسلسل شائع ہو رہی ہیں جن میں مدت خلافتِ راشدہ کو تیس سال میں محدود کرنے کے باوجود بعض مجبوریوں کی بنا پر بڑھا دیا گیا ہے لیکن مولانا قاضی مظہر حسین سمیت کسی کی جبیں پر کبھی کوئی شکن نہیں پڑی، اس کے برعکس جب کسی نے از روئے قرآن وحدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد قرار دے دیا تو فوراً قوتِ غضبیہ متحرک ہو جاتی ہے اور امت کو ''گمراہی'' سے بچانے کے لیے ایک کتاب بعنوان ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان حامی (غالی گروہ)'' کا علمی دنیا میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ **فیاللعجب!**

اس بحث کے آغاز میں زیرِ عنوان ''اصطلاح خلافت راشدہ کا مآخذ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گزر چکا ہے۔ جس میں ''**الخلفاء الراشدین المدیین**'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جن سے بہت بعد میں خلافت راشدہ اور خلفائے راشدین کی اصطلاحات وضع ہوئیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی رو سے ''خلیفۂ راشد'' ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت صحابی ''**الراشدون**'' میں شامل ہیں۔ یعنی قرآن نے انہیں راشد قرار دے دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے نام لے کر ''ہادی اور مہدی'' ہونے کی دعا بھی فرمائی ہے۔ اسے حدیث ''**علیکم بسنتی وسنّة الخلفاء الراشدین المھدیین**'' کے مصداق ہونے سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے؟

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مہدی ہونے پر مولانا قاضی مظہر حسین پھبتی کستے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ صحیح ہے کہ قرآن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راشدون فرمایا ہے اور حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہادی ومہدی ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت والا اور مہدی کا معنی ہدایت یافتہ ہے تو جب قرآن نے راشد فرما دیا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کیوں فرمائی! کیا قرآن کا اعلان کافی نہیں تھا؟''

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان حامی غالی گروہ ص ۵۵)

قاضی صاحب سے کون عرض کرے کہ جب راشد کا معنی ہدایت والا اور مہدی کا معنی بھی ہدایت یافتہ ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول آپ کے خلفائے اربعہ کے لیے ''**الخلفاء الراشدین المھدیین**'' کے الفاظ کیوں استعمال فرمائے! کیا ان کے لیے بھی قرآن کا اعلان کافی نہ تھا؟ حیرت تو اس پر ہے کہ یہ حدیث بھی قاضی صاحب نے زیرِ عنوان ''حدیث علیکم بسنتی''، ص ۵۴ پر نقل کی اور اس کے بالکل سامنے کے صفحہ نمبر ۵۵ پر ''استہزاء باللہ والرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بھی مرتکب ہو گئے۔

قاضی صاحب حضور نبی کریم ﷺ کو مشورہ دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ:

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از روئے قرآن آیت استخلاف کا مصداق ہونے کی وجہ سے خلیفۂ راشد تھے تو پھر دعا کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر آیت کے پیش نظر مکرّر دعا بھی فرماتے تو یہ دعا ہونی چاہیے تھی کہ **اللھم اجعلهُ خليفتاً راشداً** اے اللہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد بنا۔ (ایضاً ص ۵۵)

قاضی صاحب کے نزدیک بھی تو خلفائے اربعہ آیت کے مصداق ہونے کی وجہ سے خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کو انہیں مہدی ''**المهديين**'' کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور قاضی صاحب جو ثبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد ہونے کے لیے مانگ رہے ہیں، کیا خلفائے اربعہ میں سے بھی کسی ایک کے لیے فراہم کیا ہے؟ یعنی **اللھمّ اجعلهُ خليفتاً راشدًا** ۔ معلوم نہیں کہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد ہونے پر غصہ ہے یا آنحضرت ﷺ کے ان کے حق میں دعا کرنے پر ''**اللھمّ اجعله هادياً مهدياً**......'' انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو راشد تسلیم نہیں کیا اور ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان غالی گروہ'' نامی کتاب لکھ کر گنجائش ہی ختم کر دی اور اب غصے کی صرف ایک وجہ باقی رہ جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کیوں فرمائی ؟ تو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ''نادان حامیوں یا غالی گروہ'' کا کیا قصور ہے؟ پھر جسارت ملاحظہ ہو کہ حضور نبی کریم ﷺ کی غلطی نکالی جا رہی ہے کہ انہیں یوں کہنا چاہیے تھا:

اللھمّ اجعله خليفتاً راشداً ''اے اللہ تو معاویہ کو خلیفہ راشد بنا'' **لا حول ولا قوّة الاّ باللّٰه العلى العظيم**۔

پڑا ہے ظلم کا بازو جہاں پر اہلِ باطل کا
کوئی ''شاہ'' پھر اٹھے کہ حق کا بول بولا ہو

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دیگر دعاؤں کے علاوہ ان کی خلافت کے لیے بھی بطور خاص پیش گوئیاں فرمائی ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: اگر تو والی امر بن جائے تو لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اس لئے فرمایا کہ خلافت آخر میں ان کے ہاتھ میں پہنچنے والی تھی۔ (ازالۃ الخفاء اردو، ج ۲ ص ۳۸۱)

(۲) ابن سعد اور ابن عساکر نے سلمہ بن مخلّد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ خداوندا تو ان کو کتابِ الٰہی کا علم عنایت کر'' **ومكن له فى البلاد**'' اور انہیں ملکوں کی حکومت عطا فرما اور انہیں عذاب آخرت سے بچالے۔ اور ترمذی نے بروایت عمیر بن سعد نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے تھے۔ خداوندا تو ان کے ذریعے سے

دوسروں کو ہدایت فرما۔ اور ہدایت سے قطع نظر کر کے عقل بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ضرور ان کے لیے دعا کی ہوگی کیونکہ مختلف طُرق سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کسی نہ کسی وقت میں خلیفہ ہوں گے اور چونکہ آپ ﷺ اپنی امت پر از بس شفقت فرماتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم** ......تم پر حرص کرنے والا، ایمان والوں کے ساتھ مہربان، رحمدل، لہذا آنحضرت ﷺ کی کمال محبت نے جو آپ ﷺ کو امت کے ساتھ ہے اقتضاء فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے خلیفہ کے لیے ہدایت کرنے اور ہدایت پانے کی دعائیں فرمائیں۔

جناب نبی کریم ﷺ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے علم روایات سے واضح ہے اس کے بعد چند روایات نقل کی گئی ہیں۔ (ازالۃ الخفاء اردو مترجم مولانا عبدالشکور لکھنوی ص ۵۷۲، جلد اوّل، فصل پنجم، بیان فتن)

محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ:

سعید بن المسیّب جلیل القدر تابعی سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نبی کریم ﷺ کو وضو کرا رہے تھے۔ وضو کرتے ہوئے ایک دو بار حضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر فرمایا (**یامعاویة ان ولیت امراً فاتق اللّٰہ واعدل**) اے معاویہ! اگر تمہیں امارت مل جائے تو عدل وتقویٰ اختیار کرنا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خلافت کی امید حضور ﷺ کے اس اشارہ ہی سے ہوگئی تھی کہ: ''اے معاویہ! جب تم والی بنائے جاؤ تو لوگوں کے ساتھ مروّت واحسان کرنا''۔ (براۃِ عثمانؒ ص ۵۵)

قاضی صاحب نے یہ بتانے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ خلافت کی دعائیں فرمائیں ان سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ: اے اللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت عنایت کر مگر وہ راشدہ نہ ہو۔ کوئی مسلمان ایسا تصوّر بھی نہیں کر سکتا یقیناً آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے خلافت راشدہ ہی کی پیشین گوئیاں اور دعائیں فرمائی تھیں۔ اب قاضی صاحب کی اس تجویز کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یوں فرمانا چاہیے تھا۔ **اللّٰھمّ اجعلہ خلیفتاً راشداً**۔ اے اللہ! تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد بنا۔

علاوہ ازیں مذکورہ بالا روایات سے یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نگاہِ اقدس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں خلافت کی قابلیت، صلاحیت اور اہلیت موجود تھی اور ان کے دورِ خلافت میں مقاصد خلافت بھی حاصل ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں کہ دو نعمتیں ان کو ملی ہیں۔ استخلاف فی الارض کی نعمت ان کو حاصل تھی۔ کیونکہ اہل حل وعقد یعنی مہاجرین وانصار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور تمکین دین بھی ان کو حاصل تھی۔ کیونکہ دین ان کا وہی تھا جو حضرات خلفاء ثلاثہ کا تھا اور وہ دین تمکین پا چکا تھا۔ البتہ

ایک نعمت امن ان کو حاصل نہ تھی کیونکہ ان کے عہد میں باہم مسلمانوں میں لڑائیاں ہورہی تھیں۔(تحفۂ خلافت۔ص ۲۵)

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی استخلاف فی الارض کی نعمت حاصل تھی کیونکہ اہل حل وعقد نے بالاتفاق ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یکے از عشرہ مبشرہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور دیگر بہت سے جلیل القدر صحابہؓ نے بھی بیعت کی تھی۔حضرت حسنؓ نہ صرف اہل حل وعقد میں سے تھے بلکہ وہ بقول امام اہل سنت اور قاضی صاحب ''خلیفہ راشد'' بھی تھے۔(ہمارے نزدیک تو وہ ''الراشدون'' میں شامل ہونے کی وجہ سے خلیفہ راشد ہیں ہی) تعجب ہے کہ ایک خلیفہ راشد کی بیعت کرنے کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو زمرۂ خلفائے راشدین سے خارج قرار دیا جارہا ہے۔علاوہ ازیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو نعمت امن کے ساتھ ساتھ تمکین دین کی نعمت بھی حاصل تھی۔کیونکہ ان کا دین بھی وہی تھا جو سابقہ خلفاء راشدین کا رہا ہے۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اس قول کے ساتھ قطعاً اتفاق نہیں کیا جاسکتا'' کہ انہیں تمکین دین حاصل نہ تھی بلکہ تمکین ملک وسلطنت حاصل تھی اور ان کے اطوار وانداز میں اور خلفائے اربعہؓ کے اطوار وانداز میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔(ہدیۃ الشیعہ۔ص ۵۰)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی لکھتے ہیں کہ: **واما معاویہ فھو وان لم یرتکب منکراً لکنہ' توسع فی المباحات** (النبراس شرح لشرح العقائد۔ص ۵۱۱)

مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی منکر اور خلاف شرع کام تو ہرگز نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے مباحات کے استعمال کرنے میں فراخی سے کام لیا۔

توسع فی المباحات سے کون سی حدود ٹوٹ گئی ہیں اور دین میں کیا تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں اور کیا اسے زمین وآسمان کا فرق کہا جاسکتا ہے؟ فیا اسفا امام اہل سنت' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اور تمکین دین بھی ان کو حاصل تھی کیونکہ دین ان کا وہی تھا جو حضرات ِخلفائے ثلاثہ کا تھا۔(تحفۂ خلافت۔ص ۲۵)

تو اب سوال یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیش رو خلفا کا دین مختلف تھا؟ ایسی سوچ رکھنے والوں کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان جسے شیعہ مجتہد صاحبِ نہج البلاغہ نے نقل کیا ہے' کافی ہے: **وَالظاھر انَ ربّنا واحدٌ ونبیّنا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لانستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہٖ ولایستزیدوننا ......**

(نہج البلاغۃ۔ج ۲'ص ۱۱۴)

ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے۔ہمارے نبی ﷺ ایک ہیں اور ہماری دعوت اسلام ایک ہے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں۔**الامر واحد** ہماری اور ان کی دینی حالت ایک جیسی ہے۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمکین دین کی نعمت حاصل تھی

۔ان کا بھی وہی دین تھا جوان کے پیشرو خلفاء کا تھا اور وہی دین ان کے عہدِ خلافتِ راشدہ میں رائج اور غالب تھا اور یہی تمکین دین ہے جو دعائے نبوی کی برکت کا نتیجہ ہے۔آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا:''**اللھم علمه الکتٰب ومکن له فی البلادوقه العذاب**'' اے اللہ!انہیں قرآن کا علم سکھادے اور مملکت میں انہیں تمکین (مضبوطی سے جما) دے اورانہیں عذاب سے محفوظ رکھ۔آنحضرت ﷺ کی اس دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق تھا:

الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروابالمعروف ونھو عن المنکر (سورۃ الحج)

''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں ملک میں تمکین دیں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں اچھے کام کا اور منع کریں برائی سے''۔اور جسے اس طرح کی تمکین حاصل ہوا سے ہرگز ہرگز تمکین ملک وسلطنت نہیں کہا جاسکتا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:**والجھاد فی بلادِالعَدوّ قائمٌ وکلمة الله عالیة والغنائم تردالیه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحةٍ وعدلٍ وصفحٍ وعفوٍ**۔(البدایہ والنہایہ۔الجزالثامن۔ص۱۱۹)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دشمنوں کے ممالک میں جہاد جاری رہا۔اللہ کا کلمہ سربلند رہا اور اطراف واکناف سے غنائم کی ریل پیل تھی اور مسلمان ان کے زیر سایہ راحت وعدل اور عفو ودرگزر کی زندگی بسر کرتے رہے۔

جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے:''جمہور علماء'' نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کو بھی خلافتِ راشدہ قرار دیا ہے۔یہ بات بھی عجائبات میں سے ہے کہ ان حضرات نے ایک تابعی کی خلافت کو ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول ﷺ کاتبِ وحی،حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں غزوات (طائف،حنین وتبوک) میں شرکت کرنے والے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر فوقیت دے دی ہے۔

علامہ ابن حجر الہیتمی المکی ؒ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ سے پوچھا گیا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں سے کون افضل ہے؟ تو فرمایا:**واللّٰه انَّ الغبارَالّذی دخلَ فی انفِ فرسِ معاویة مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم افضل من عمر بالفِ مرة** ......(تطہیر الجنان ص۱۰)

اللہ کی قسم جو غبار آنحضرت ﷺ کی معیت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا ہے وہ بھی ہزار درجے عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔

(جاری ہے)